زلزلوں میں دنیا تھی آسماں لرزتا تھا

زلزلوں میں دنیا تھی آسماں لرزتا تھا
ریگ گرم صحرا پر شاہ دیں کا لاشہ تھا

بے قرار موجیں تھی شعلہ بار دریا تھا
ابن ساقیء کوثر تین دن سے پیاسا تھا

ہر قدم پہ ٹھوکر تھی دل میں درد اُٹھتا تھا
شہ کی ناتوانی تھی نوجواں کا لاشہ تھا

قلب فوج میں اُٹھی انقلاب کی لہریں
دست شاہ پر پیاسا شیر خوار بچہ تھا

تشنہ لب وہ مہماں تھے کربلا کے جنگل میں
جن کے واسطے پانی خون سے بھی مہنگا تھا

قتل ہوگئے عباس آس ٹوٹی پیاسوں کی
مشک ٹکڑے ٹکڑے تھی خوں میں تر پھریرا تھا

اب لہو میں ڈوبے گی نوجوانی اکبر کی
ماں کی چشم حسرت تھی صبح کا ستارا تھا

اب وہ چاند بانو کا زیر خاک پنہاں ہے
دل کی جو تسلی تھی آنکھوں کا اجالا تھا

خیمہائے سرور کی کیا بیاں ہو ویرانی
ہر طرف اُداسی تھی ہر طرف اندھیرا تھا

اُف وہ شب شبِ آخر اُف وہ صبحِ عاشورا
رات تھی قیامت کی حشر کا سویرا تھا

* * * *